(عبادات واعمال) (قسط: (۱))

ارکان اسلام

کسی چیز کے اسلام کا رکن ہونے سے مطلب یہ ہے کہ اگر یہ بنیادی چیز کسی شخص میں نہیں پائی جاتی تو اس کا اسلام غیر مکمل اور نا قابل قبول ہے۔ ارکان اسلام نبی کریم ﷺ کی اس حدیث سے ماخوذ ہیں جسے امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز کا قائم کرنا (۳) زکاۃ کا ادا کرنا (۴) رمضان المبارک کے روزے رکھنا (۵) اس شخص کا حج بیت اللہ کرنا جس کے پاس وہاں پہنچنے کی طاقت ہو۔ (متفق علیہ، بخاری:۸، مسلم:۱۶)

ان ارکان کی کچھ تفصیل یہ ہے:

۱۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ شہادت کلمہ (أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ) زبان سے پڑھنے، دل سے اس کی تصدیق کرنے، اور اعضا و جوارح سے اس کے تقاضوں پر عمل کرنے سے ادا ہوتی ہے۔ کسی بھی شخص کے اسلام میں داخل ہونے کے لیے یہ شہادت ادا کرنا ضروری ہے۔

۲۔ نماز قائم کرنا: نماز قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک عاقل، بالغ مسلمان شخص کامل طہارت حاصل کرکے دن رات میں پانچ وقت ہر نماز کو اس کے مقرر وقت کے اندر مسجد میں حاضر ہو کر اس کی تمام شروط، ارکان اور واجبات کے ساتھ مسنون طریقے سے باجماعت ادا کرے۔

۳۔ زکاۃ ادا کرنا: زکاۃ مال کی وہ مقدار ہے جو سونے اور چاندی (نقدی)، مال تجارت، زرعی پیداوار اور مویشی وغیرہ پر ادا کی جاتی ہے۔ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ اور چاندی کا باون تولہ ہے۔ ان پر اور اموال تجارت پر ڈھائی فیصد سالانہ زکاۃ ہوگی۔ زرعی پیداوار اگر بارانی زمین سے ہو تو اس کا عشر (دس فیصد) اور اگر آبپاشی والی زمین سے ہو تو اس کا نصف عشر (پانچ فیصد) ادا کیا جائے گا مگر اس پر سال گزرنے کی شرط نہیں بلکہ یہ

فصل کٹنے پر فرض ہو جاتا ہے۔ مویشیوں کی زکاۃ ان کی نوعیت اور تعداد کے اعتبار سے سالانہ ادا کی جائے گی۔ جو شخص زکاۃ کا انکار کرے وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

۴۔ رمضان کے روزے رکھنا: ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ہر سال ماہ رمضان المبارک کے دوران پورا مہینہ روزے رکھے۔ اور اگر کسی عذر، بیماری یا سفر کی بنا پر روزہ نہ رکھ سکا تو جتنے دن کا روزہ ترک کیا ہو، عذر دور ہونے پر بعد میں اتنے دن کا روزہ رکھ کر تعداد پوری کرلے۔

۵۔ بیت اللہ شریف کا حج کرنا: جس کے پاس وہاں پہنچنے اور اپنی عدم موجودگی میں اہل وعیال کو اخراجات دینے کی طاقت ہو اس کے لیے زندگی میں ایک بار حج کی ادائیگی فرض ہے مگر اس کے بعد مشروع ہے اور بہت اجر وثواب کا باعث ہے۔ اگر کوئی شخص خود کسی جسمانی معذوری کے باعث حج کے لیے نہ جا سکے تو وہ اپنی جگہ کسی ایسے شخص کو بھیج سکتا ہے، جس نے پہلے اپنا فرض حج کر لیا ہو۔

ارکان ایمان

کسی چیز کے رکن ایمان ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں ایمان ناقص اور اللہ تعالیٰ کے ہاں غیر مقبول ہے۔ ایمان کے ارکان چھ ہیں جن کا ذکر نبی کریم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ میں ہے۔ جسے حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبریلؑ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: ایمان کیا ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے اس طرح جواب مرحمت فرمایا: ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی نازل کردہ کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، یوم آخرت پر اور اچھی بری تقدیر کے اللہ ہی کی طرف سے ہونے پر کامل یقین رکھو'' (مسلم:۸)

ایمان کے چھ ارکان کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ اللہ پر ایمان لانا: اللہ پر ایمان لانے میں چار چیزیں شامل ہیں: (الف) اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان لانا۔ اللہ کے وجود پر فطرت، عقل، شریعت اور حواس سب دلالت کرتے ہیں۔ اس بات پر پختہ یقین رکھنا کہ جب کچھ نہ تھا تب بھی اللہ موجود تھا اور جب کچھ نہ ہوگا تب بھی وہی باقی رہے گا۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ ہی اس سے کوئی پیدا ہوا۔ (ب) اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان لانا۔ یعنی وہ اکیلا ہی پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، نہ ہی

اس کے سوا کوئی مددگار ہے، نیز اللہ تعالی کے سوا کوئی خالق نہیں اور نہ ہی اس کے سوا کوئی مالک ہے۔(ج) اللہ تعالی کی الوہیت پر ایمان لانا۔یعنی وہ اکیلا معبود برحق ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ایسا معبود جو محبت اور تعظیم کا حق دار ہے۔عبادت کی تمام قسمیں (قولی، فعلی، قلبی اور مالی) اسی کے لیے خاص ہیں۔(د) اللہ تعالی کے اسماء اور صفات پر ایمان لانا یعنی اسماء وصفات میں سے جس جس چیز کو اللہ تعالی نے اپنی ذات کے لیے ثابت کیا ہے اس کو ایسے طریقے سے ثابت ماننا جو اللہ تعالی کے شایان شان ہو۔یہ ایمان بغیر کسی تحریف، تعطیل، کیفیت بیان کرنے یا مثال بیان کرنے کے ہوگا۔یعنی اللہ تعالی کی تمام صفات، جیسے اللہ کا دیکھنا، سننا، بولنا، چلنا، ہاتھ پاؤں، آنکھوں، پنڈلی، چہرہ کا ہونا، تمام کی تمام صفات کو ویسے تسلیم کرنا جیسے خود اللہ تعالی نے یا رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ان میں سے کسی بھی صفت کا انکار کیے بغیر قبول کرنا اور انہیں بے مثل و بے کیف و بے نظیر سمجھنا۔مطلب یہ کہ مخلوق میں سے کوئی اللہ جیسی صفتیں نہیں رکھتا اور نہ ہی اللہ مخلوق میں سے کسی جیسا ہے۔

۲۔اللہ تعالی کے فرشتوں پر ایمان لانا: فرشتے ایک غیبی عالم سے تعلق رکھنے والی مخلوق ہے جو نور سے پیدا کی گئی ہے۔یہ اللہ تعالی کے عبادت گزار ہیں۔اللہ نے انہیں اپنے احکام کے سامنے مکمل فرماں برداری اور انہیں نافذ کرنے کی قوت عطا فرمائی ہے۔ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۳۔اللہ تعالی کی کتابوں پر ایمان لانا: اس سے مراد یہ ہے کہ ان تمام کتابوں پر ایمان لانا اور انہیں سچا سمجھنا جنہیں اللہ تعالی نے اپنے رسولوں پر مخلوق کے لیے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا تا کہ وہ ان کے ذریعے سے دنیا اور آخرت کی خوش بختی کی منزل پاسکیں۔ان کتابوں میں سے تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید زیادہ مشہور ہیں۔

۴۔ اللہ تعالی کے رسولوں کے ساتھ ایمان لانا: نوع بشر میں سے رسول وہ ہوتا ہے جس کی طرف وحی کے ذریعے شریعت نازل کی جائے یا اسے شریعت کی تبلیغ کا حکم دیا جائے۔رسولوں میں سب سے پہلے رسول حضرت نوحؑ ہیں اور آخری رسول حضرت محمد ﷺ ہیں ان سب پر اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو۔رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ تمام انبیاء ورسل علیہم السلام اپنے اپنے وقت میں اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے پیغمبر تھے۔ان میں سے کسی ایک کا انکار تمام رسولوں کا انکار ہے۔

۵۔یوم آخرت پر ایمان لانا: یوم آخرت پر ایمان لانے میں یہ بھی شامل ہے کہ قبروں سے زندہ کر کے

اٹھائے جانے پر، اچھے اور برے اعمال کے وزن کیے جانے پر اور جزا وسزا کے برحق ہونے پر کامل یقین رکھنا، جنت اور جہنم پر ایمان رکھنا اور یہ کہ یہ دونوں جنوں اور انسانوں کا ابدی ٹھکانہ ہیں۔ اچھے عمل والوں کو انعام ملے گا اور برے عمل والوں کو سزا ملے گی۔ اس کا نام یوم آخرت اس لیے رکھا گیا کہ اس کے بعد اور کوئی دن نہیں۔

۶۔ اس بات پر ایمان رکھنا کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہے۔ انسان کو بھلائی پہنچے یا نقصان کا شکار ہو سب اللہ تعالی کے کامل علم اور ٹھیک ٹھیک اندازے کے مطابق ہے۔ تقدیر پر ایمان ہو تو بندے پر اللہ تعالی کی طرف سے جو مشکل آتی ہے اس پر وہ مطمئن، صابر اور نفسیاتی طور پر خوش رہتا ہے؛ کیونکہ یہ تقدیر اس اللہ کی ہے جو زمین وآسمان کی بادشاہی کا مالک ہے، جو بندے پر ماں سے بھی زیادہ مہربان ہے اور اس کا فیصلہ بہر حال نافذ ہونے والا ہے۔

نماز کی اہمیت

نماز دینِ اسلام کا بنیادی رکن اور ہر مسلم مرد و عورت پر فرض ہے۔ اللہ تعالی کی کتاب مقدس قرآن مجید اور سنت نبوی میں بے شمار مقامات پر نماز قائم کرنے پر زور دیا گیا ہے:

۱۔ نماز قائم کرنا ایمان کی علامت اور نماز ترک کرنا کفر و شرک کی علامت ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

''نماز قائم کرو اور مشرک نہ بنو'' (الروم:۳۱)

۲۔ نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''نماز قائم کرو، نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے'' (العنکبوت:۴۵)

۳۔ نماز کی تربیت بچپن ہی سے دینا ضروری ہے:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اپنے بچوں کو جب وہ سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں نماز پڑھنے کا حکم دو۔ اگر ان کی عمر دس برس ہو جائے (اور پھر بھی وہ نماز میں سستی کریں) تو انہیں سزا دو'' (ابوداود:۴۹۵)

۴۔ آخرت میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا: نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''قیامت کے دن لوگوں کے اعمال میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا''۔ (ابوداود:۸۶۶)

۵۔ نماز صغیرہ گناہوں کا خاتمہ کر دیتی ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے بتلاؤ کہ اگر کسی شخص کے

دروازے پر ایک صاف پانی کی نہر جاری ہو اور وہ شخص روزانہ اس میں پانچ مرتبہ نہائے تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل کچیل باقی رہے گا''؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں رہے گا۔ تب آپؐ نے فرمایا: یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہ معاف کر دیتا ہے''۔ (صحیح بخاری: ۵۲۸)

ترک نماز کا گناہ اور اس کی سزا

۱۔ تارک نماز جہنم میں جائے گا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس قرآن مجید میں اہل جنت اور اہل جہنم کے احوال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''دائیں ہاتھ والے (جنت میں بیٹھ کر) مجرمین کے بارے میں سوال کریں گے: کس چیز نے تمہیں جہنم میں پہنچا دیا؟ وہ جواب میں کہیں گے: ہم لوگ نماز نہیں پڑھا کرتے تھے''۔ (المدثر: ۳۹۔۴۳)

۲۔ مسلم اور کافر کے درمیان نماز ہی سے فرق ہے:

سیدنا بریدہ بن حصیبؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے اور کفار کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز ہے۔ جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کا ارتکاب کیا''۔ (جامع ترمذی: ۲۶۲۱)

۳۔ نماز چھوڑنے والا اللہ کی حفاظت کی ذمہ داری سے نکل جاتا ہے:

نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا: ''تم کبھی نماز نہ چھوڑنا، اس لیے کہ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معاف کرنے کی ذمہ داری سے نکل جاتا ہے''۔ (جامع ترمذی: ۴۰۳۴)

۴۔ نماز فجر و عشا میں سستی منافقت کی علامت ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''منافقوں کے لیے جن نمازوں کی ادائیگی کے لیے مسجد میں حاضر ہونا بہت مشکل ہے وہ فجر اور عشا کی نمازیں ہیں۔ اگر انہیں پتہ چل جائے کہ ان نمازوں (کے باجماعت پڑھنے) میں کتنا اجر وثواب ہے تو وہ ضرور آئیں گے چاہے انہیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔ (ابن ماجہ: ۷۹۷)

۵۔ جو عصر کی نماز چھوڑ دے وہ برباد ہو گیا:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہو گئی، وہ اس طرح ہے جیسے کہ اس کے سب اہل وعیال اور مال ومنال لوٹ لیے جائیں''۔ (بخاری: ۵۵۲، مسلم: ۶۲۶)

اذان اور اقامت

۱۔ مدینہ منورہ میں مسلمان اسی فکر سے سوتے اور جاگتے تھے کہ نماز باجماعت کے لیے لوگوں ایک متعین وقت پر اطلاع کس طریقہ سے کی جائے۔ صحابہ کرام سے رسول اللہ ﷺ نے جب اس سلسلہ میں مشورہ فرمایا تو مختلف تجاویز سامنے آئیں۔ کسی نے کہا: نماز کے وقت ناقوس بجا کر اطلاع کی جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ تو نصاریٰ کی علامت ہے۔ کسی نے کہا: سینگ کی طرح کسی چیز سے بگل بجایا جائے: آپؐ نے فرمایا: یہ تو یہود کی علامت ہے۔ کسی نے کہا: کسی نمایاں جگہ پر آگ جلا دی جائے۔ آپؐ نے فرمایا: یہ تو مجوس کی علامت ہے۔ اسی دوران ایک شب حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ انصاری اور حضرت عمر بن خطابؓ کو خواب میں اذان کے کلمات سکھلائے گئے جو انہوں نے صبح کے وقت خوشی اور مسرت کے ساتھ اللہ کے رسولؐ کی خدمت میں بیان کیے۔ آپؐ کو یہ کلمات بہت پسند آئے اور فرمایا: اے بلال! کھڑے ہو کر بلند آواز سے اذان کہو۔ (بخاری:۵۷۹، مسلم:۳۷۷، ابوداود:۴۹۹)

۲۔ اذان کے کلمات اس طرح ہیں:

(اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ.أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ،أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ،حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ.اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ)[ابوداود:۵۰۶]

۳۔ فجر کی اذان میں باقی سب اذان تو وہی رہے گی مگر (حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ) کے بعد ان کلمات کا اضافہ کیا جائے گا: (الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ)[ابوداود:۵۰۱]

۴۔ جب بارش کا موسم ہو تو مؤذن کے لیے مستحب ہے کہ وہ (حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ) کے بجائے یہ کلمات کہے: (أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ)[ابوداود:۱۰۶۴]

۵۔ اقامت میں (اللّٰهُ أَكْبَرُ) دو بار اور باقی کلمات ایک ایک بار کہے جائیں گے مگر اس میں (حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ) کے بعد ان کلمات کا اضافہ کیا جائے گا: (قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ)[ابوداود:۵۱۰،۵۱۱]

۶۔ اذان سننے والے کو حکم ہے کہ مؤذن جیسے کلمات کہتا جائے سننے والا بھی اسی طرح کہے۔ مگر جب وہ (حَيَّ

عَلَى الصَّلاۃِ ، حَيَّ عَلَى الْفَلاحِ)کہے تو سننے والا یہ کلمات کہے : (لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہِ)[مسلم:۳۸۵]

۷۔ اذان ختم ہونے کے بعد رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی پر درود ابراہیمی پڑھے جس کے الفاظ یہ ہیں:
(اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّکَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ .اللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّکَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ)''اے اللہ! رحمت بھیج محمد ﷺ پر اور محمد ﷺ کی آل پر جس طرح تو نے رحمت بھیجی ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کی آل پر' بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔ اے اللہ برکت نازل فرما محمد ﷺ پر اور محمد ﷺ کی آل پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کی آل پر' بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے''۔

درود سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھے تو ایسے شخص کیلئے اللہ کے نبی ﷺ کی شفاعت روز قیامت واجب ہو جاتی ہے[بخاری:۶۱۴] (اللّٰھُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةِ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ)''اے اللہ! اے اس کامل پکار اور قیامت تک قائم رہنے والی نماز کے رب! محمد ﷺ کو وسیلہ (جنت میں ایک اعلیٰ درجہ) اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے''۔

۸۔ اذان ہر نماز کے لیے کہی جائے گی۔ مگر جنازہ، عیدین، استسقاء، خوف، تراویح، کسوف وغیرہ کی نمازوں کے لیے نہیں کہی جائے گی۔

۹۔ اذان اسے کہنی چاہیے جو بلند آواز والا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا بلالؓ کو اسی لیے مؤذن مقرر کیا تھا کہ ان کی آواز بلند تھی۔

۱۰۔ اذان کہنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت زیادہ اجر و ثواب ملتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے وہاں تک کی ہر چیز اس کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہے اور اس کے حق میں گواہی دے گی۔(ابوداود:۵۱۵)

(جاری ہے)